OPEN ACCESS
AL-AMIN
ISSN(Print): 2790-6507, (Online): 2790-6515
https://alamin.tuf.edu.pk/

اسلامی ریاست کی تعمیر میں حسنِ اخلاق کےکردار کا تحقیقی جائزہ

A Research-Based Analysis of the Role of Good Morals in the Establishment of an Islamic State.

Hafiza Dr Nasreen Akhtar
Assistant Professor
Govt College for Women, University, Faisalabad
Email: nasreenakhtar730@gmail.com

Dr Seeda Bano
Assistant Professor
Govt College for Women, University, Faisalabad
Email: saeedabano@gcwuf.edu.pk

ABSTRACT

The foundation of any ideal society lies in the ethical and moral conduct of its individuals. In the context of an Islamic state, Husn-e-Akhlaq (good morals) plays a central role not only in the personal development of individuals but also in the collective progress and governance of the state. This research aims to explore and critically analyze the importance of moral values in the construction of an Islamic state based on the teachings of the Quran and Sunnah. The study examines how honesty, justice, patience, tolerance, compassion, and truthfulness are not only personal virtues but essential pillars for creating a peaceful, just, and prosperous Islamic society.The research draws upon historical evidence from the life of Prophet Muhammad (PBUH), the establishment of the state of Madinah, and the era of the Rightly Guided Caliphs, showcasing how moral values were central to governance, legislation, and public welfare.

It also evaluates the decline of Islamic states in history and links it to the erosion of moral values and ethical principles among rulers and citizens alike.The findings of the study reveal that no legal or administrative system can ensure justice and social peace without being rooted in strong moral principles. Therefore, the development and sustainability of an Islamic state require that its citizens and leaders embody the highest standards of moral excellence. The paper concludes with recommendations for promoting ethical awareness through education, religious training, and social reform to ensure the moral foundation of Islamic governance.

KEYWORDS: Islamic state, good morals, ethics, governance, social harmony, Quran and Sunnah, moral value.

تمام لوگ کسی نہ کسی ملک کی حدود میں رہتے ہیں اور ان تمام ملکوں میں کوئی نہ کوئی ریاستی نظام قائم ہے ۔ ریاست اور حکومت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ علم سیاست کی اصطلاح میں ریاست معاشرے کی سیاسی تنظیم ہے اور حکومت کا لفظ ان ارباب حل و عقد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو اس میں نظم و نسق قائم رکھنے کے ذمہ دار ہوں۔ریاست کے اجزاء ترکیبی چار ہیں ۔ جن میں جغرافیہ ، عوام ، خود مختاری اور حکومت شامل ہیں ۔ یہ ریاست کی متعین سرحدیں ہیں جو لوگ ان کے اندر بستے ہیں ان کی ایک اجتماعی شناخت ہوتی ہے ۔ ایک برسرِ اقتدار گروہ ہے جو قوت نافذہ رکھتا ہے وہ اپنے معاملات چلانے میں خود مختار ہے ۔ وہ اپنے معاشی اور سیاسی فیصلے خود کرتا ہے ۔ اسلامی ریاست ایک ایسی ریاست ہے جو اسلامی تعلیمات اور اقدار کے مطابق قائم ہوتی ہے۔ اس ریاست کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور تمام لوگوں کے لیے عدل و انصاف کا نظام قائم کرنا ہے۔اسلامی ریاست کے قیام میں اخلاق حسنہ کی بہت زیادہ ضرورت و اہمیت ہے۔ اخلاق حسنہ سے مراد وہ اچھے اخلاق ہیں جو اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں۔ ان اخلاق میں ایمانداری، سچائی، امانت، عدل، انصاف، احسان، عفو و درگزر، صبر ، شکر، حلم، تواضع، اور دیگر شامل ہیں۔اخلاق حسنہ اسلامی ریاست کی بنیاد ہیں۔ اگر ریاست کے حکمران اور عوام اخلاق حسنہ سے متصف ہوں گے تو ریاست مضبوط اور پائیدار ہو گی۔ اور اگر وہ اخلاق حسنہ سے محروم ہوں گے تو ریاست کمزور اور جلد ہی زوال پذیر ہو جائے گی۔

ریاست کی تعریف :

ماہرین سیاسیات کو ریاست کی تعریف میں سماجی اور سیاسی تناظر کو مد نظر رکھنا ہو گا، کیونکہ ریاست ایک سیاسی ادارہ بھی ہے اور سماجی بھی۔

شاہ ولی اللہ کسی ریاست کی آبادی کو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البلاغہ" میں ریاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

"مدینہ کے لوگ لوگوں کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو اجتماعی طریقے سے اکٹھے رہتے ہوں، ایک ہی تہذیب اور پابندیوں کے تابع ہوں۔ یہ گروہ ایک ہی برادری سمجھا جاتا ہے خواہ وہ مختلف شہروں میں رہتے ہوں۔" (۱)

سید مودودی قلم طراز ہیں کہ :

"ریاست وہیت سیاسی ہے جس کے زریعے ایک ملک کے باشندے ایک با قاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اسے قوت قاہرہ اور قوت نافذہ کا امیں قرار دیتے ہیں۔"(۲)

مذکورہ بالا آراء سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ریاست کا اصطلاحی تصور ایک منظم اجتماعیت کا ہے ۔ کسی خاص علاقے میں موجود انسانوں کا ایک ایسا معاشرہ جس کے اختیارات افراد کے ایک گروہ یعنی حکومت کے پاس ہوں ۔ ایسی قیادت جو اصولوں ، حکمت اور فضیلت پر مبنی ہو ۔ ریاست کے چار بنیادی عناصر ہیں ۔ علاقہ ، آبادی حکومت اور اقتدار اعلی ۔ ان اجزاء کے بغیر کسی اجتماع انسانی کو ریاست نہیں کہا جا سکتا ہے ۔

ریاست ایک سیاسی ادارہ ہے جس میں ایک منظم آبادی، ایک متعین علاقہ، ایک حکومت اور دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ریاست کے بنیادی عناصر درج ذیل ہیں:

عوام : ریاست کی تشکیل کے لیے لوگوں کا ایک گروہ ضروری ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھتا ہو اور مشترکہ مفادات کا اشتراک کرتا ہو۔

جغرافیہ : ریاست کا ایک متعین علاقہ ہونا ضروری ہے جس پر اس کی حکومت کا اختیار ہو۔

حکومت: ریاست کا ایک نظام حکومت ہونا ضروری ہے جو قانون سازی، انتظامیہ اور عدلیہ کے فرائض انجام دے۔
خود مختاری: ریاست کو دوسری ریاستوں سے آزاد اور خود مختار ہونا چاہیے۔(۳)

اسلامی ریاست :

اگر ہم مسلمان بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ساری زندگی اللہ کی اطاعت میں گزاریں اور تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات کا فیصلہ اللہ کے قانون اور اس کی شریعت کے مطابق کریں، ورنہ ایمان کا دعویٰ مشکوک ہو جاتا ہے۔ اسلام اس تضاد کو قطعی طور پر قبول نہیں کرتا۔ ایک اسلامی ریاست اور اسلامی آئین کا مطالبہ اس احساس پر مبنی ہے کہ انسان اللہ تعالی کے نائب اور نمائندے کی حیثیت سے اس کے شرعی قانون کے مطابق حکومت اور فیصلہ کرے۔

گزشتہ بحثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں جن اطاعتوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے، ان میں حکمرانوں کی اطاعت بھی ہے، جس کے ذریعے ریاست کے اندر رعایا کی قوت، طاقت اور افکار کو ایک ہی سمت میں سمیٹ کر اس کی سمت متعین کی جاتی ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر کو بھی شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ﴾(۴)

"اور فیصلے کیجیے ان کے مابین اس (شریعت) کے مطابق جو کہ اللہ نے اتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے 'ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کو ان میں سے کسی چیز سے بچلا دیں جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہیں"

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جو مسلمان فیصلہ کرتے ہیں ان کو حکم دیا گیا ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ نہ کہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کیا جائے تاکہ اللہ کی نافرمانی سے بچا جا سکے ۔ایسا نہ ہو کہ فیصلہ کرنے میں غلطی سرزد ہو جائے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بن جائے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾(۵)

"بے شک ہم نے تم پر اپنی کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس بات کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں بتائی ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔"

اس آیت میں بظاہر تو نبی کریم ﷺ سے خطاب فرمایا گیا ہے مگر حقیقت میں قیامت تک کے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے کہ فیصلہ کرنے میں اللہ کے احکام کو یاد رکھا جائے اور صحیح ملزم کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾ (۶)

"تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی پیروی مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو"

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر حقیقی حکومت اور عدل وہی ہے جو اس نے انبیاء کے ذریعے بھیجے ہوئے قانون کی بنیاد پر قائم کیا ہو، جسے خلافت کہتے ہیں۔ جو دوسرے تمام نظاموں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اسے غالب ہونا چاہیے کیونکہ

اس کے غلبہ کے لیے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا۔ جس کا تقاضا ہے کہ دین اسلام کو اقتدار میں رکھا جائے اور دوسرے مذاہب کو شکست یا معدوم کر دیا جائے۔ یہ حکم نہ صرف محمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور امت مسلمہ کو دیا گیا تھا، بلکہ دوسرے انبیاء کو بھی دیا گیا تھا۔

جو ریاست ان بلند و بالا اہداف کے حصول کے لیے کوشش کرے گی وہ اسلامی ریاست کہلائے گی اور یہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور اس سے بہتر کوئی ریاست نہیں ہو سکتی جس کے سائے میں اس کی رعایا کی حفاظت ہو، ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے، معاشی تحفظ بھی دیا جائے اور یہ سماجی انصاف کے اعلیٰ مظاہر سے متصف ہو۔ دوسری ریاستوں اور عالمی سیاست میں جو کردار ادا کرے گا اس کے پیش نظر اس ریاست میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کیسے ہو سکتی ہے؟ بلکہ وہ تمام انسانیت کے لیے بھلائی اور بھلائی کو تلاش کرے گا، جو وہ اپنی رعایا کے لیے چاہتا ہے، کیونکہ جس ریاست کا مذہب اسلام ہے وہ تمام انسانوں کی بھلائی چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کہتے ہیں :ہم نے کہا: کس کے لیے اے اللہ کے رسول ﷺ! تو فرمایا:

((لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))(۷)

"اللہ کے لیے، کتاب اللہ کے لیے، رسول اللہ کے لیے، مسلمان قیادت کے لیے اور عام لوگوں کے لیے خیر خواہی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تمام انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ رویہ عام تھا۔ کسی کو بھی ظلم یا زیادتی کی اجازت نہیں تھی، جسے غیر مسلموں نے تسلیم کیا ہے اور اس سے بہت لطف اندوز بھی ہوئے ہیں کیونکہ ان کے پاس امن اور سلامتی تھی۔ جس میں معاشی خود کفالت کے مواقع ان کے لیے بے شمار تھے اور جبر نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہی احسان کا رویہ دوسری ریاستوں کے ساتھ بھی اپنایا گیا اور عالمی سیاست اور معاملات میں بہترین کردار ادا کیا۔

اسلامی ریاست کے قیام میں اخلاق حسنہ کا بنیادی کردار

اخلاق انسان کی خصوصیات، عادات، اور فطرت کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے جو ایک فرد روزمرہ کی زندگی میں عمل کرتا ہے، اور اس کے مختلف عملوں کا جو اثر اس کی شخصیت پر پڑتا ہے۔ اخلاق کی تصور میں، وہ خوبیاں اور برائیاں شامل ہوتی ہیں جو انسان کی فطرت میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر ایک شخص کی عادات اور خصوصیات اچھی ہوں، تو اسے اخلاق حسنہ کا دارومدار مانا جاتا ہے، جبکہ اگر وہ برے ہوں، تو اسے اخلاق سیئہ کی شناخت دی جاتی ہے۔

اسلام ایک بہت ہی وسیع اور عمیق مذہب ہے جس نے تمام بنیادی اصولوں کی راہنمائی کی ہے، اور اس کا ایک بڑا حصہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ اخلاقی اصولوں کی بات کرنے سے پہلے، اسلام کا اصل مقصد بنیادی طور پر انسانی فطرت کی بہتری اور انسانی معاشرت کی بنیادی اصولوں کو ترویج کرنا ہے۔ ایک معاشرتی نظام کی بنیاد اخلاقیت ہوتی ہے۔ اسلام میں اخلاقیت کو بہت اہمیت دی گئی ہے، جہاں انسان کی بہتری اور اصلاح کیلئے اخلاقی اصولات کو فرض کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اخلاقی اصولوں کو "اخلاق حسنہ" کہا جاتا ہے، جو کہ انسانیت کی بہتری اور اصلاح کے لیے ضروری ہیں۔ ایک معاشرتی نظام کی قوت اس کے افراد میں ہوتی ہے، اور انفرادی اصلاح سے معاشرتی بہتری اور ترقی کا راستہ واضح ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کو انفرادی اصلاح کے لیے اخلاق حسنہ کی ترویج کی گئی ہے تاکہ وہ اپنے اندری ذات کو بہتر بنا سکے اور

معاشرتی بنیادوں پر قائم معاشرتی نظام کو مضبوط کر سکے۔ قرآن حکیم میں بھی اخلاقی اصولوں کو بار بار زیرِ غور لایا گیا ہے، اور اس کی باتوں میں بہت ساری حکمت و فلسفہ پنہاں ہے جو کسی بھی دوسری مذہبی کتاب میں نہیں ملتی۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر اخلاقی اصولات کو عمل میں لانے سے ایک بہتر اور اصلاحی معاشرت بنائی جا سکتی ہے، جو انسانیت کے تمام اصولوں اور قیمتوں کی پیروی کرے۔

اخلاق حسنہ سے مراد وہ اچھے اخلاق ہیں جو اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں۔ ان اخلاق میں ایمانداری، سچائی، امانت، عدل، انصاف، احسان، عفو و درگزر، صبر، شکر، حلم، تواضع، اور دیگر شامل ہیں۔اخلاق حسنہ اسلامی ریاست کی بنیاد ہیں۔

اسلام سیاسیات کو اخلاق کے تابع قرار دیتا ہے ۔ ابن منظور افریقی کی رائے میں اخلاق میں دین ، طبیعت اور عادات تینوں شامل ہیں ۔ لیکن اخلاق عادات کے ظاہری حسن کا نہیں بلکہ اندرونی پاکیزگی اور باطنی صورت انسانی کے اوصاف و معانی کا نام ہے ۔ جس کی حقیقت داخلی ، وجدانی اور روحانی ہے اور صدور خارجی ۔ اچھے اخلاق سے دوسرے افراد متاثر ہوں تو معاشرتی زندگی میں حسن پیدا ہوتا ہے ۔ اخلاق ، دینی تقاضوں کے عین مطابق یعنی معروف سے معمور ہوں ، تو یہی اسلامی تصور اخلاق ہے ۔ اس کے دو بنیادی ماخذ قرار دیئے جاتے ہیں ۔ قرآن مجید و فرقان حمید اور رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ اور آپ ﷺ کا خلق عظیم ۔(۸)

اسلامی حکومت کے مسلمانوں کی زندگی مسلم فلاسفہ کے بقول : دینی اصول کے اگر تابع ہے تو اس کا درجہ عبادت کا ہے ، جب کہ اخلاقیات کی پاسداری عبادات سے ہر گز خارج نہیں ۔ اس لئے کہ اسلام میں ہر اچھا عمل عبادت ہے ۔ وجدان صحیح سے اچھائی اور برائی ، دونوں کا پتا چل جاتا ہے۔ (۹)

اسلامی ریاست کے استحکام میں اخلاق حسنہ

اسلامی ریاست کے استحکام میں اخلاق حسنہ کا اہم کردار ہے۔ اسلامی اصولوں اور اخلاقی اقدار کی بنیاد پر ایک ریاست کا قیام ہونا، اس کے بازاری، سماجی، اور سیاسی سلسلوں میں عدل و انصاف کی فراہمی کو ممکن بناتا ہے۔ اخلاق حسنہ کا مطلب ہے کہ ایک شخص اور ایک معاشرت اپنے عملوں میں نیکی، صداقت، عدل، امانت، احسان، اور محبت کی بنیادوں پر عمل کریں۔اسلامی تعلیمات میں عدل و انصاف کو اہمیت دی گئی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی عدل کی اہمیت کو بیان کیا اور خود بھی عدل کے ساتھ سلوک فرمایا۔ اسلامی ریاست میں، عدل و انصاف کی پیمائش اخلاقی معیاروں کے ذریعے کی جاتی ہے، اور اس کی بنیاد میں حاکمین کیلئے ایمانداری، شفافیت، اور مساوات کا اصول ہوتا ہے۔اسلامی ریاست میں احترام اور تواضع بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ حاکم اور مسلطہ داروں کی عوام کے ساتھ برابری اور محبت کے ساتھ برتاو کرنا ان کے لئے اہمیت کی ہے۔ اخلاقی اقدار کی بنیاد پر ایک ایماندار اور مخلص حکومت عوام کے دلوں میں اعتماد کا مظہر بنتی ہے، جس سے ریاست کی استحکام و قوت بڑھتی ہے۔اسلامی ریاست میں اخلاقی اصولوں کی پیروی اور عمل میں لاگویت، معاشرتی اور سیاسی فاسدیوں کو روکنے اور معاشرتی بہتری کی فراہمی میں اہمیت رکھتی ہے۔ اخلاق حسنہ کی بنیاد پر ایک مؤثر اور موثر اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہوتا ہے، جو عدل، امن، اور توازن کے لحاظ سے بہتر معاشرتی نظام کو فراہم کرتا ہے۔

اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے اخلاق حسنہ بہت ضروری ہے اور اخلاق حسنہ میں بہت سی چیزیں شامل ہیں ۔ ان میں سے اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے چند کی وضاحت درج ذیل ہیں ۔

امن و امان :

امن و امان کسی بھی معاشرے اور ریاست کی بقاء و استحکام کے لیے ناگزیر ہوتا ہے ۔ معاشرے میں امن و سکون قائم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایسے اصول دیئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو بدامنی سے نجات دی جا سکتی ہے ۔ ان اصولوں کے مثبت اثرات کے ثبوت کے طور پر کہا جا سکتا ہے انہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے عرب کا وہ معاشرہ جہاں صرف طاقت کی زبان بولی اور سمجھی جاتی تھی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون جاری و ساری تھا ، وہاں شرافت اور احترام انسانی کا بول بالا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو قیام امن کا مرکز بنایا ہے ۔ فرمایا:

﴿وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾(۱۵)

" جو کوئی حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا ۔ "

اس آیت میں خانہ کعبہ کی عظمت اور شان کو بیان کیا گیا ہے ۔ اور حرم کی حدود کو امن والا کہا گیا ہے۔یہاں تک کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے حرم کی حدود میں داخل ہو جائے گا تو نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی ۔

﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾(۱۶)

"کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنا دیا"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل مکہ سے مخاطب ہے اور فرماتا ہے کہ کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم نے ان کے شہر مکہ مکرمہ کی حرمت والی زمین،ا ن کے لئے امن و امان والی بنائی کہ اس سرزمین میں رہنے والے امن و امان سے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ

﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾(۱۷)

" اے میرے رب اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا دے۔"

نبی کریم ﷺ کے ہاں امن کی کیا اہمیت تھی ۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اسے امن و سلامتی کی دعا کے ساتھ ختم کیا۔ ظاہرا فتح مکہ کا دن بدامنی کا دن ہونا چاہیئے تھا لیکن اس میں آپ ﷺ نے بدترین دشمنوں کے لیے بھی امن کے دروازے کھول دیئے اور حکم فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امن ہے ۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امن ہے ۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کے لیے بھی امن ہے ۔ مولانا حامد الانصاری فرماتے ہیں :

" یہ پہلا دن تھا جب امن عالم کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا اور اس کے بعد اسلام کے اچھے زمانے تک کبھی غروب نہیں ہوا ۔ "(۱۸)

ڈاکٹر آرنلڈ نے آپ ﷺ کے پیدا کردہ امن کا ذکر کرتے ہوئے ایک دیہاتی عرب کا ایک بیان نقل کیا ہے ۔ اس نے کہا:

" محمد (ﷺ) کی وفات پر افسوس! جب تک آپ زندہ تھے میں دشمنوں سے حفاظت اور امن میں تھا ۔"(۱۹)

صلہ رحمی:

اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے صلہ رحمی بھی بہت ضروری ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے دوسروں کے ساتھ تعلق جوڑنے کی ترغیب دی اور تعلق توڑنے والے کی مذمت فرمائی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من سره ان يبسط له في رزقه وان ينسا له في اثره فليصل رحمه))(٢٠)

" جس شخص کو یہ بات بھلی لگے کہ اس کی روزی میں اضافہ ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی سے کام لے ۔"

یہ حدیث مبارکہ الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے ۔

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((قال اللہ تبارک وتعالی انا اللہ وانا الرحمن خلقت الرحم وشققت لھا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتتہ))(٢١)

" اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں اور میں رحمن ہوں ۔ میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمن کے مادہ سے نکال کر اس کو (رشتے کو) رحم کا نام دیا ہے پس جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا ۔"

اللہ تعالیٰ کے جوڑنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان سے اپنا تعلق جوڑے گا انہیں اپنا پسندیدہ بندہ بنائے گا ۔ انہیں اپنے فضل سے نوازے گا ۔ اور ظاہر ہے جس کا تعلق ہمہ وقت اللہ سے جڑا ہو ، اللہ ان کی ہر مشکل میں مدد کرے گا ان پر پر لحہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی وہ کوئی دینی یا دنیوی کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کام میں ان کا پشت پناہ موجود ہو گا ۔ اس کے برعکس شخص سے اللہ کا تعلق ٹوٹ جائے گا ۔ ظاہر ہے یہ بہت بڑی محرومی ہو گی ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ليس الواصل بالمكافي ولكن الواصل الذي اذا قطعت رحمه وصلها))(٢٢)

"وہ شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اقربا کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے ۔ صلہ رحمی کا صحیح حق ادا کرنے والا شخص وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے جب (اس کے رشتہ دار) وہ قطع رحمی کا معاملہ کریں ۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لايدخل الجنة قاطع))(٢٣)

" قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا ۔"

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی اور قطع رحمی کے بارے میں بیان فرمایا ہے اور فرمایا کہ اصل صلہ رحمی یہ نہیں کہ جب کوئی آپ کے ساتھ صلہ رحمی کرے تو آپ بھی بدلے میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ بلکہ حقیقی صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ قطع رحمی کرے اس کے باوجود آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئیں ۔یہی اصل صلہ رحمی کا حق ہے ۔ اور یہ قطع رحمی کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔

کسی بھی معاشرے اور ریاست کے استحکام کے لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ سب آپس میں صلہ رحمی کے ساتھ پیش آئیں ۔

ضرورت مندوں کی مدد

نبی کریم ﷺ نے اخوت اور بھائی چارے کا جو ماحول پیدا فرمایا وہ محض وقتی اور جذباتی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی بنیاد پر آمادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ جب تکلیف میں ایک دوسرے کے کام آئیں گے تو ان میں مستقل بنیادوں پر پائیدار بھائی چارہ پیدا ہو گا۔ یہ بھائی چارہ ایثار اور اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینے کے اصول پر قائم ہوا۔

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله عز وجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم، مرضت فلم تعدني، قال يا رب: كيف اعودك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت ان عبدي فلانا مرض فلم تعده؟ اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم، استطعمتك فلم تطعمني، قال يا رب: وكيف اطعمك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت انه استطعمك عبدي فلان؟ فلم تطعمه، اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندي؟ يا ابن آدم، استسقيتك فلم تسقني، قال يا رب: كيف اسقيك وانت رب العالمين؟ قال: استسقاك عبدي فلان، فلم تسقه، اما إنك لو سقيته وجدت ذلك عندي؟))(۲۴)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا تو نے میری تیمارداری نہیں کی۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ میں تیری تیمارداری کیوں کر کرتا تو تو سارے جہاں کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے معلوم ہے میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تونے اس کی خبر نہ لی؟ اگر تو اس کی خبر گیری کے لیے جاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں تجھے کیوں کر کھانا دیتا تو تو رب ہے سارے جہانوں کا۔ اللہ فرمائیں گے کہ تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ میں تجھے کیوں کر پانی پلاتا تو تو سب جہانوں کا مالک ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کا ثواب تو مجھ سے پاتا۔"

نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل و بہم رسانی کا ایسا نظام جاری فرمایا کہ جس سے ضرورت مندوں کی ضرورتیں بھی پوری ہو جاتی تھیں۔ ان کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی، مستقل طور پر دینے والا ایک طبقہ اور مستقل طور پر ہاتھ پھیلانے والا ایک طبقہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسا پُر حکمت نظام نافذ کیا کہ اس کے نتیجے میں معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان محبت و الفت کے دائمی رشتے قائم ہو گئے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب ایک محتاج طبقہ اور دوسرا امراء کا طبقہ پیدا ہو جاتا ہے تو لینے والا طبقہ ذہنی طور پر احساس کمتری اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذہن میں امراء کے بارے میں ایک رُعب جم جاتا ہے۔ دوسری طرف طبقہ امراء کے ذہن میں رعونت اور احساس برتری آجاتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے مالی تعاون کا جو نظام قائم کیا اس میں دینے والا لینے والے کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ تمہارا شکریہ آپ ﷺ نے ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کا رشتہ قائم کر دیا۔

سوچ کا انداز یہ بنا دیا کہ کوئی شخص محض اپنی ذات کے لیے نہیں سوچتا تھا بلکہ اسے دوسروں کی فکر پہلے ہوتی تھی۔ اپنی فکر بعد میں۔ اس تعاون کا رشتہ اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ دیا اور ایسا تعاون کرنے والے کے بارے میں فرما دیا کہ وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو لوگ بھاگ بھاگ کر ایک دوسرے کے کام آتے تھے۔

قرآن مجید میں اس سلسلے میں ارشاد ہے :

﴿وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾(۲۵)

"اور وہ نیک بندے اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں ، یتیموں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر ان پر کوئی احسان نہیں جتلاتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہیں بس اللہ ہی کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں ۔ ہم تم سے اس کا نہ کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں نہ کسی طرح کا شکریہ ۔ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف سے خوف رکھتے ہیں ایک سخت اور تلخ دن کا ۔"

اس آیت کریمہ میں مسکین ،یتیم اور اسیر کے الفاظ کا واحد اور نکرہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی مذہب ، مسلک، نسل یا علاقے کی تمیز کے بغیر ہر مسکین یتیم اور اسیر کی امداد کرنا ، نیکوکاروں کا عام شیوہ ہے ۔ضروری نہیں کہ کھانا ہی کھلایا جائے تو غم خواری ہو گی ۔ یعنی اطعام الطعام اگر چہ اپنی جگہ بڑی نیکی ہے ۔ لیکن کسی حاجت مند کی دوسری حاجتیں پوری کرنا بھی ویسا ہی نیک کام ہے ۔ جیسا بھوکے کو کھانا کھلانا۔ مثلاً کسی کو کپڑوں کی ضرورت ہے ۔ بیمار ہے ، قرضدار ہے ۔ کھانا کھلانے کو محض ایک مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ اصل مقصود تو حاجت مندوں کے ساتھ احسان کرنا ان کی خیر کواہی و غم خواری کرنا اور ان کی مدد کرنا ہے ۔

عفوو در گزر :

معاشرے کو اخلاق حسنہ کے مظاہرے کے نتیجہ میں لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا جا سکتا ہے ۔ ان اخلاقی اقدار میں سے ایک قدر یہ ہے کہ برائی کا جواب اچھائی اور حسن سلوک سے دیا جائے ۔ قرآن مجید میں ہے :

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾(۲۶)

"برائی ایسے طریقے سے دور کرو جو احسن ہو ۔ اس سے وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے وہ تمہارا بہترین دوست بن جائے گا ۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی دین میں اخلاقیات کی بہت اہمیت ہے۔ مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاقی معیارات کی تعلیم دی گئی ہے۔یہاں پر برائی کو بھلائی سے ٹال دینے کی بات کی گئی ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچاتا ہے تو اس کے بجائے اس پر صبر کیا جائے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی شخص جاہلانہ یا بیوقوفانہ عمل کرے تو اس پر حلم اور بُردباری کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص بد سلوکی کا مظاہرہ کرے تو اسے عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔

اس کے علاوہ بہت سے مقامات میں دوسروں کو معاف کرنے کا حکم دیا گیا اگر چہ بدلہ لینے کا اختیار دیا گیا لیکن فرمایا کہ بدلے کی بجائے اگر معافی کی راہ اختیار کی جائے تو معاشرتی استحکام کے اعتبار سے زیادہ بہتر نتائج مرتب ہو سکتے ہیں ۔

گویا اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ زیادتی کا بدلہ نہ لیا جائے بلکہ برائی کا جواب اچھائی سے دیا جائے تو اس کے مثبت نتائج مرتب ہوتے یں ۔ معاشرے کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جو بظاہر چھوٹے چھوٹے اصول دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عفوو در گزر کی پالیسی اختیار کی جائے ۔

عدل و انصاف :

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ ریاستوں کے استحکام کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ریاست کے قیام کا مقصد

ہی عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کو عدل و انصاف کی بابت واضح ہدایت جاری فرمائیں۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ عدالت تھا۔ جس کے چیف جسٹس آپ ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ مثالی نظام عدل قائم کریں۔

﴿ أُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ﴾(۲۷)

"اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔"

ہدایات ربانی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہی نظام عدل قائم فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ پیش کیا۔

اسلامی ریاست کی قیادت کا یکساں نظام عدل قائم کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا ریاست استحکام کے لیے ازحد ضروری ہے۔ چنانچہ قیادت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ انصاف کی آسان اور یقینی فراہمی کے لیے قاضیوں کا تقرر کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عقبہ اور حضرت معقل بن یسار رضوان اللہ علیہم کو مختلف اوقات میں قاضی مقرر کیا۔ (۲۸)

ایثار و قربانی:

نبی کریم ﷺ نے جو مستحکم معاشرہ قائم فرمایا اس کی بنیاد میں ایثار و قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایثار ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دوسرے کے دل کو جیتا جا سکتا ہے۔ ایثار کی سب سے بڑی مثال خود نبی کریم ﷺ کی اپنی ذات گرامی ہے۔ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم نے مہاجرین کے لیے جس ایثار کا نمونہ پیش کیا تھا اس کی مثال تاریخ انسانی سے نہیں مل سکتی۔ کسی نے آپ ﷺ کو ایک چادر دی۔ آپ ﷺ نے اس سے یہ تحفہ قبول فرمالیا۔ ایک غریب نے یہ چادر مانگ لی۔ آپ ﷺ نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ (۲۹)

ایک صحابی نے دعوت ولیمہ کرنا تھی حضور ﷺ کے پاس مانگنے کے لیے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری لے آؤ۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکری دے دی۔ حالانکہ اس رات خاندان نبوی ﷺ کے لیے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک غفاری شخص آپ ﷺ کے پاس سائل بن کر آیا۔ آپ ﷺ کے پاس بکری کا دودھ تھا۔ آپ ﷺ نے وہ سائل کو پلادیا۔ حالانکہ اہل خانہ بھوکے سو گئے۔ (۳۰)

نبی کریم ﷺ کی تربیت اور انصار و مہاجرین میں محبت کے جذبات کو پروان چڑھانے کے لیے آپ ﷺ نے ان میں ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار سے کام لینے کا جذبہ پیدا کر دیا۔

اسلامی ریاست کے استحکام میں اخلاق حسنہ کا کردار انتہائی اہم ہے۔ جب ایک اسلامی ریاست کے حکمران اور عوام اخلاق حسنہ کو اپناتے ہیں تو ریاست مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کے استحکام میں اخلاق حسنہ کا کردار انتہائی اہم ہے۔ اخلاق حسنہ سے مراد وہ اچھے اخلاق ہیں جو ایک مسلمان کو اپنانے چاہئیں۔ ان اخلاق میں ایمانداری، امانت داری، سچائی، انصاف، عدل، رحم، ہمدردی، اور دوسروں کے حقوق کا احترام شامل ہیں۔

حوالہ جات

1. شاہ ولی اللہ ، قطب الدین ، حجۃ اللہ البالغہ ، بیروت لبنان ، ج ۱، ص ۴۴
2. مودودی ، سید ابوالا علی ، اسلامی ریاست ، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۰ء ، ص ۱۷
3. سمیع اللہ سعدی، مولانا، جدید ریاست میں فقہ اسلامی کی تشکیل جدید بنیادی خدو خال اور طریق کار ، الشریعہ اکادمی ، مئی ۲۰۱۸ء ، ج ۲۹، شمارہ ۵
4. المائدہ ۵: ۴۹
5. النساء ۴: ۱۰۵
6. الاعراف ۷: ۳
7. مسلم ، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ، باب بیان أن الدین النصیحۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن، رقم الحدیث ۹۹
8. ایم ایس ناز ، ڈاکٹر ، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴
9. ایضاً
10. احمد بن حنبل، احمد بن محمد ، ابو عبد اللہ ، مسند احمد بن حنبل، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ ، رقم الحدیث: ۱۸۰۰۱
11. ایم ایس ناز ، ڈاکٹر ، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ، ص ۲۵
12. المائدہ ۵: ۷۸
13. ایم ایس ناز ، ڈاکٹر ، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ، ص ۲۵
14. آل عمران ۳: ۱۵۹
15. آل عمران ۳: ۹۷
16. العنکبوت ۲۹: ٦۷
17. البقرہ ۲: ۱۲٦
18. حامد الانصاری ، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ الحسن، لاہور ، سن ، ص ۳۵۴
19. ایضاً، ص ۳۵۳
20. مسلم ، مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم ، کتاب البر والصلہ والادب، باب صلۃ الرحم و تحریم قطیعتھا، رقم الحدیث : ۲۵۲۳
21. ترمذی، محمد بن عیسی ، جامع ترمذی، کتاب البر والصلح، باب الصلح ، باب ماجاء فی قطیعۃ الرحم ، رقم الحدیث: ۱۹۰۷
22. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی ، رقم الحدیث: ۵۹۹۱
23. ایضا، باب الم القاطع ، رقم الحدیث: ۵۹۸۴
24. مسلم ، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ، کتاب البر ، باب فصل عیادۃ المریض، رقم الحدیث: ٦۵۵٦
25. الدھر ۷٦: ۱۰۸
26. السجدہ ۴۱: ۳۴
27. الشوری ۴۲:۱۵
28. یسین مظہر ، عہد نبوی صلی علیم کا نظام حکومت ، الفیصل ناشر ان کتب، لاہور ، ۱۹۹۵ء، ص: ۳۴
29. محمود اختر ، استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد ، الائیڈ بک سنٹر ، لاہور ، ۲۰۰۱ء ، ص: ۲۵
30. ایضاً